نیک عمل

نیک نسل

شجرہ نسب

(خاندانی قائد)

الراعی

(فارسی زبان)

ارائیں

(اردو زبان)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ازکہنہ بوسیدہ کاپی مرتبہ قبلہ والد بزرگوار مولوی درمحمد صاحبؒ نقل مطابق اصل ہے

بقلم فیض محمدؒ ولد مولوی درمحمد صاحبؒ

کسی شاعر نے لکھا ہے کہ مرد خیرومند ہنر عمرو دبانست دزیں روزگار تا بہ یکے تجربہ آموختے بادگرے تجربہ روئے بکار۔

یعنی۔ ہنرمند دانا آدمی کے لئے دو عمریں ہونی چاہیں تھیں۔ تا کہ ایک عمر وہ تجربے سیکھتا اور دوسری عمر میں اُن تجربوں سے فائدہ اُٹھاتا۔ مگر یہ تو اُس آدمی کے لئے ہے جو ہنرمند بھی ہو، دانا بھی۔ مجھ جیسے ناتواں کے لئے تو چند عمریں بھی کم ہیں۔ خیر یہ تو نہ طے ہونے والا مسئلہ ہے اور شاخ بے ثمر۔

میں چاہتا ہوں ساٹھ ستر سال کی عمر تک جو کچھ سرد گرم دیکھا یا سُنا اور جس قدر طوفان غفلت سے بچ کر دامان حافظہ میں موجود ہے یہاں تحریر کروں۔ برخوردار فیض محمد۔ فضل احمد زید حیاتہم وارشادہم اللہ تعالیٰ، مطالعہ کر کے ان سے فائدہ اُٹھاویں اور نصیحت پاویں۔

آدمی کسی شخص کی قدر کرے یا نہ کرے کچھ مضائقہ نہیں۔ مگر اُولاد کو اپنے والدین کی قدر دانی ضروری ہے۔ ہر علم کی کتابیں جمع کیں اس نیت سے کہ میرے بچے پڑھ سکیں۔

تحریر کو سمجھ کر فائدہ اُٹھاویں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو نیک توفیق عطا فرماوے۔ (آمین)

دستخط__________ عاصی درمحمد ارائیں (سوکڑی)

تاریخ تحریر نقل 15.09.1986 (فیض محمد ولد مولوی درمحمدؒ) ساکن تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان۔

مقاصد (پہچان)

ایک دفعہ کا ذکر کروں کہ گھر کے دروازے پر دستک ہوئی۔ جب میں دروازے پر پہنچا تو دو باریش بزرگوں نے والدمحترم فیض محمدؒ سے ملاقات کو کہا۔ بعد ملاقات والدمحترم نے ایک بہت بوسیدہ (ہولڈر۔ سیاہی) سے لکھی تحریر کی فوٹوسٹیٹ کاپی کرائی اور اُن کے حوالے کی وہ باریش بزرگ نہایت اداب کے ساتھ خوشی خوشی روانہ ہوئے۔ میرے دریافت کرنے پر والد محترمؒ نے خاندانی شجرہ تحریر کردہ مرحوم مولوی درمحمد صاحبؒ کا بتایا اور اندریں بارہ کچھ سُنایا۔

میرے والدمحترمؒ کی وفات کے بعد وہ ضروری دستاویزات (خاندانی شجرہ) میرے پاس رہیں۔ کچھ روز قبل ایک دوست نے خاندانی شجرہ کے بارے میں پُوچھا اور کہا کہ یہ قیمتی دستاویز (خاندانی شجرہ) ہمارے خاندان میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ جس کا میں نے مطالعہ کیا اور مناسب سمجھا کہ اس کی کاپیاں اپنے خاندانی عزیز واقارب کو بغرض معلومات / مطالعہ بھجواؤں تا کہ خاندانی عزیز واقارب میں ایک دوسرے کی پہچان ہو، محبت اور دوستی کا پیغام ہو، معلومات ہو، مزید یہ کہ ایک دوسرے سے رابطہ ہو۔

دُعاگو

فیاض محمد ولد فیض محمد (مرحومؒ)

ساکن حال محلّہ نظام آباد تونسہ شریف۔ ضلع ڈیرہ غازیخان

رابطہ/ڈاک کا پتہ: فیاض محمد۔ پی اے ٹو اسسٹنٹ کمشنر تونسہ شریف۔ ضلع ڈیرہ غازیخان۔

تاریخ: 10.08.2001

یکم رمضان المبارک 1348 ھجری

ہمارے مورث اعلیٰ ولی مادر زاد حضرت حاجی کریم داد صاحب علیہ رحمتہ تھے۔ 1001ھ ہجری یعنی آغاز گیارھویں ہجری صدی میں سوکڑ آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ انہوں نے سات حج و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اس زمانے ذرائع سفر کے اشکال پر نظر کریں بدامنی، قزاقی، رہزنی پر خیال کیجیئے نہ سڑک تھی، نہ صاف ستھرے راستے، جنگل بیابان، خطرناک درندوں اور جانوروں سے پُر تھے۔ آدمی بھی درندہ صفت تھے۔ یہ کہ ایک روٹی کے گمان پر انسان کو جان سے مار ڈالتے تھے۔ خشکی پر ہزار ہا تکالیف کا سامنا تھا اور سمندر کا سفر اس سے بھی زیادہ خطرناک۔ اس وقت بگلے جہاز چلتے تھے جو کپڑے کے بادبانوں کے ذریعے ہوا کے زور سے چل سکتے تھے۔ اور باد مخالف سے یا سمندر کے طلاطم سے بروقت اندیشہ تھا اور مسافر جان بلب ہوتا تھا۔ ایسی حالت میں قبلہ حاجی صاحبؒ نے پورے سات حج کیئے اور ہر بار وطن سے روانہ ہوئے یہ نہیں کہ وہاں حجاز شریف میں اقامت کر لیتے۔ ایک دفعہ حج کو جا رہے تھے کہ دریا سندھ عبور کرتے وقت کشتی پر سوار ہوئے گھوڑے کے کوچ کے ساتھ توبرہ میں قرآن مجید سمیت آویزاں تھا۔ کشتی میں ملاحوں کی آمدورفت یا کسی اور وجہ سے گھوڑا بھڑکا اور اُچھلنے سے قرآن مجید توبرہ سمیت دریا میں جا پڑا لا چار حاجی صاحبؒ چلے گئے۔ واپسی پر موسم بدل گیا تھا اور دریا نے رُخ اور راستہ بدل لیا تھا۔ سابقہ مقام پر خشک زمین نکل آئی تھی۔ چلتے چلتے گھوڑا ٹھہر گیا اور سُم سے زمین کریدنے لگا۔ قبلہ حاجی صاحبؒ کے ہمراہ کوئی خلیفہ یا شاگرد تھا۔ اُسے فرمایا کہ بھائی یہاں ہمارا قرآن مجید دریا بُرد ہوا تھا شاید وہی اشارہ ہو۔ خلیفہ نے زمین کھودی تو قرآن مجید مع توبرہ سالم برآمد ہوا۔ وہ قرآن مجید اب تک ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ بہاری خط میں لکھا ہوا ہے۔ اور ہر وقفہ پر طلائی کام ہوا ہے۔ اب وہ قرآن مجید میاں عبدالخالق ولد میاں صالح محمدؒ کے گھر ہے۔ اور اس کے عوض عاصی دُر محمد کے حصہ میں دیگر قلمی قرآن مجید کا اس مترجم فارسی بخط نستعلیق آیا ہے۔

قبلہ حاجی صاحبؒ حج کے سفر میں جا رہے تھے، جنگل تھا، نماز کا وقت آ گیا، مگر نماز با جماعت پڑھنے کے واسطے دوسرا آدمی نہ پایا، بہت تردد کیا آخر دور سے ایک چرواہا دیکھا اُس کے پاس پہنچ کر نماز پڑھنے کو کہا، وہ ناخواندہ تھا اُس نے انکار کر دیا۔ آخر ایک چھتر اُس کو دیا اور فرمایا آؤ میرے برابر کھڑے ہو جاؤ جس طرح میں اُٹھوں بیٹھوں تم بھی ویسے ہی کرو۔ گویا نماز با جماعت کے اسقدر پابند تھے۔ بے جماعت نماز گوارہ نہ تھی" خیال کرو کہ ہمارے بزرگ باجماعت نماز ادا کرنے کا اسقدر اہتمام اور کوشش کرتے تھے۔ جناب حاجی صاحبؒ جب سوکڑ میں سکونت پذیر ہوئے

تو کوچہ بازار والا کے شمالی طرف جو مسجد شامہ والی کہلاتی ہے اور مرکہ شمرانی مشہور انھ خیل اس کے متولی ہیں۔ اس مسجد کے متصل مغرب سے لے کر گاذراں کے گھروں تک وسیع رقبہ پر اپنی حویلی بنائی اور اس میں چاہک یعنی چھوٹا کنواں (کھوئی) جس سے ڈول کے ذریعے پانی نکالا جاتا تھا بنوائی۔ اب نہ وہ مکان رہے نہ چاہ۔ جہاں شب و روز قرآن مجید اور ذکر الٰہی کا غوغا رہتا تھا اب وہاں سارے رقبہ میں ہندو قابض ہیں۔ سُنا ہے " قبلہ حاجی صاحبؒ کی دو دختراں تھیں ان میں سے ایک مجذوبہ تھی۔ چاہک سے پانی نکالنے میں بہت احتیاط کی جاتی تھی۔ ایک دفعہ مجذوبہ نے ڈول چاہک میں ڈال دیا، پانی نکالا۔ اس سے دوسری بہن جھڑکا کہ تم نے کھوئی پلید کر دی۔ مجذوبہ صاحبہ نے فرمایا کہ کھوئی نہ تھی یوہی تھی کہ پلید ہوگئی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت سے چاہک گر گئی اور مفاک (کھڈ) ہوگئی ہر روز اس میں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا، یعنی (یوہی بن گئی)۔

آمد

☆ موضع سوکڑ میں قبلہ حاجی صاحبؒ کی آمد گیارہویں صدی ہجری میں ہوئی یہ معلوم نہیں کہ پہلے کہاں رہے، میں نے اپنے خسر حافظ حسن علی صاحبؒ سے سنا ہے کہ حاجی صاحبؒ دراصل مغلیہ خاندان کے شہزادے تھے۔ شاہجہان اور اُسکے بیٹوں کا زمانہ تھا باہمی اختلاف کی وجہ سے بار بار خاندانی نزاع کے سبب دہلی سے بھاگ جان بچا کر اِدھر آئے تاریخ بلوچاں میں بھی دہلی کے شہزادے کا دہلی سے بھاگ کر نکلنا اور مغرب میں کوہستان کے قرب میں رہائش پذیر ہونا معلوم ہوا ہے۔ دلی کے شہزادے تھے۔ اپنے تئیں پوشیدہ رکھنے کے لیے الراعی (ارائیں) کہلوائے اور نام بھی کریمداد بتایا۔ راعی بادشاہ کو کہتے ہیں اُسی نسبت سے الراعی ذات بتایا اور بعد میں الراعی سے ارائیں بنا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت سید جلال صاحبؒ اوچ شریف میں اور حضرت مخدوم شیر شاہؒ (شیر علی محمد صاحبؒ) مظفر گڑھ کے قریب بداٰیت بخش عوام تھے۔ تونسہ شریف سے مشرق میں ایک گاؤں (جھنگ) تھا یہ گاؤں جھنگ کئی بار رود بُرد، دریا بُرد ہوا۔ اس بستی جھنگ میں ایک ارائیں فقیر مسمی سلطان واسو صاحبؒ رہتے تھے حاجی صاحبؒ کی سلطان واسو صاحبؒ سے گہری دوستی تھی جو آخر رشتہ داری کو پہنچی۔ سلطان واسو صاحبؒ کی بیعت کا قصہ بھی قابل شنید ہے۔ کہتے ہیں یہ فقیر کسی پیر کی طلب میں پھرتے پھراتے اوچ شریف میں بخدمت حضرت مخدوم سید جلال صاحبؒ مشرف ہوئے اور بیعت کی استدعا کی مخدوم صاحبؒ نے فرمایا تمہاری بیعت مخدوم شیر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں ہے وہاں جاؤ۔ سلطان واسو صاحبؒ سیدھے مخدوم شیر شاہ صاحبؒ کی خدمت پہنچے۔ عمداً شام کے وقت آئے۔ اور آ کر مسجد میں بیٹھ گئے کچھ دیر بعد مخدوم صاحبؒ کا نوکر لنگر سے کھانا لے کر آیا اور پکارا کہ میاں واسو کہاں ہو آؤ کھانا کھاؤ۔ مگر یہ چپ چاپ بیٹھے رہے اور جواب نہ دیا کہ کسی

اور واسو کو بلایا ہو گا۔ نوکر کھانا واپس لے گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی نوکر پھر کھانا لے کر آیا اور کہا کہ میاں واسوارائیں کہاں ہے اُس کا کھانا ہے لے لیوے پھر بھی کھانا نہ لیا، چپکے بیٹھے رہے جواب نہ دیا ممکن ہے کہ کوئی اور واسوارائیں ہو۔ تیسرے دفعہ نوکر آیا اور پکارا میاں واسوارائیں جو اوچ شریف سے آیا ہے اُسکا کھانا ہے وہ کون ہے کہاں ہے۔ اُس پر سلطان واسو صاحبؒ نے کھانا لے کر کھایا صبح کو بیعت سے مشرف ہو کر سلطانی لقب سے سرفراز ہوئے اور نعمت حاصل کی چند روز ریاضت کے بعد خلیفہ مجاز ہو کر رخصت ہوئے اور سلطانی لقب حاصل ہوا۔ لوگوں کو بیعت کرنے لگے۔ چنانچہ اندر کوہ سلیمان تمام قوم بزدار کو بیعت میں لائے۔ اور مخدوم شیر شاہ صاحبؒ کے نام بوہل مقرر ہوا جو قوم بزدار اب تک ادا کرتی ہے۔ گندم، جوار باجرہ، مونگ اور گوسفند، بکریوں سے بھی پیر صاحب کا حصہ نکالتے ہیں اور ادا کرتے ہیں۔ جب میں دس بارہ برس کا تھا یاد ہے میرا والد بزرگ وار پہاڑ سے بہت جمع کر لاتے تھے اور تمام برادری میں بموجب حصص مقررہ موروثہ تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچے اُس وقت دو پتھ گندم، دس بارہ چوتھ جوار، تین چار چوتھ مونگ اور تیس پنتیس دُنبے بکریاں سالانہ جمع ہوتے تھے۔ بزداران کی رسم یہ تھی کہ ریوڑ میں سب سے پہلے جو بکری یا دُمبہ شیر آور ہوتا اُس کا بچہ پیر صاحب کا مال ہے لیکن اب یہ رسم معدوم ہو گئی ہے جانور کوئی نہیں دیتا اگر کوئی شخص نام بھی کرتا ہے تو پھر ذبح کر کے پیر صاجب کی ارواح خود کھا جاتا ہے۔ غرض حاجی صاحبؒ اور سلطان واسو صاحبؒ کی آپس میں گہری دوستی تھی اور آمد و رفت رہتی تھی ممکن ہے پہلے کوئی رشتہ داری ہو لیکن پھر تو ناطہ کی صورت پیدا ہو گئی یعنی حاجی صاحب کے دو بیٹے تھے مولوی حامد صاحبؒ اور مولوی احمد صاحبؒ تھے۔ اور سلطان واسو صاحبؒ کی دو دختران تھیں مولوی حامد صاحبؒ سے بڑی دختر کی نسبت ہو گئی سلطان واسو صاحبؒ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اتفاً ایک دفعہ مخدوم شیر شاہ صاحبؒ سیر کرتے ہوئے سلطان واسو صاحبؒ کے مہمان ہوئے اور دختران نیک اختر کی سیرت ظاہری، باطنی اور سلیقہ شعاری دیکھ کر اپنے شہزادگاہ کے لیے نسبت کا پیغام دیا۔ سلطان صاحبؒ نے حال عرض کیا کہ کنیز کلاں کی نسبت ہو چکی ہے اور خُرد کے واسطے حاجی صاحبؒ تحریک کر چکے ہیں۔ آخر صبیہ خُرد کی نسبت حضرت مخدوم شیر شاہ صاحبؒ کے شہزادے صاحب سے قرار پائی اور کچھ عرصہ بعد شادی ہو گئی۔

سلطان صاحبؒ جو حضرت مخدوم صاحب کے خلیفے تھے لوگوں کو مخدوم صاحبؒ کی طرف سے بیعت کرتے تھے اور مسخرات بھی اُن کے لنگر میں پہنچاتے تھے چنانچہ کوہستان بزدار (کوہ سلیمان) سے جس قدر غلہ، جانور آتے تھے سب وہاں بھیجے جاتے تھے۔ جب بی بی مصری صاحبہ کی شادی مخدوم زادہ صاحب سے ہوئی تو بی بی صاحبہ کی استدعا پر مخدوم صاحبؒ نے فرمایا کہ کوہستانی بوہل کا غلہ حاجی صاحبؒ کی اولاد پر بخش ہے البتہ جانور جس قدر وصول ہوں وہ یہاں لے آویں اور ہر

سال بی بی صاحبہ سے ملاقات کریں۔ گویا وہ جانور بی بی صاحبہ کے لیئے چیان کا تحفہ سمجھا جاوے۔ اور سالانہ ملاقات سے خوشنودی ہوگی۔

میرے والد بزرگوار صاحب (مولوی احمد یار صاحب) ؒ بن حیات تک یعنی ۱۳۰۰ھجری تک باقاعدہ یہ دستور رہا پھر رفتہ رفتہ خلل آنے لگا۔ اب تو کوئی رُخ بھی اُدھر نہیں کرتا۔ نیت خراب ہوگئی ہے حلال وحرام میں اور اپنے پرائے مال میں تمیز کرنے کا مطلق خیال ہی نہیں رہا، ایمان ضعیف ہو گئے ہیں۔ اور یوم حساب اور محاسبہ کا خوف نہیں۔ پھر جو کچھ نفس آمادہ حکم کرتا ہے اُسکی تقلید ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اس بوہل کی تقسیم کی بابت تکرار وتنازعہ پیدا ہوا چونکہ ہمارے خاندان میں قدیم الایادے پیروں کی محبت اور اطاعت مرکوز خاطر چلی آتی ہے اور ہمیشہ ہر ایک دکھ درد، مشکل وحاجت کا حل انہی کے دروازے پر تلاش ہوتا ہے اور حاصل بھی ہوتا ہے۔ اس لیے ہمارے موجودالوقت بزرگان مل کر بدگاہ حضرت خواجہ خوجگان محمد سلیمان صاحبؒ ان تصفیہ وتنازعہ کے لیے استدعا کرتے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے گیارہ حصص پر بوہل تقسیم کرنا مقرر فرمایا اور ایک دستاویز محضر نامہ لکھا گیا جس پر خواجہ صاحبؒ غریب نواز کی مہر ثبت ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے اس میں لکھا ہے تمام بوہل جس قدر کوہستان سے جمع ہو اُسکا چوتھا حصہ جمع کرنے والوں کا ہے جو کوہستان جا کر وصول کرلاتے ہیں۔ باقی تین چوتھائی حصہ جو بچے اُس کو گیارہ حصص پر حسب ذیل تقسیم کیا جائے۔ مولوی تاج محمد، مولوی تاج الدین، مولوی محمد بوہر والا، مولوی صدر دین، مولوی غوث محمد، میاں موسیٰ، محمد ہاشم میاں، مولوی محمد امین، مائی عائشہؓ، مولوی مقبول محمد، مولوی جلال دین۔ چونکہ خاندان میں بڑے گھر والا اور بزرگ جدامجد مولوی تاج محمد تھے اس لیے سب سے پہلے اُن کا نام ہے اور کاغذ بھی اُس کے قبضے میں رہا۔ اور حصہ بھی زیادہ اُسی کا تھا۔ جیسا کہ شجرہ نصب کے باغور مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے۔ کیونکہ چند اطراف سے میراث سے حصص اُن کو ملے تھے باقی معرکہ کے حصص تقسیم در تقسیم اولاد میں ہوتے ہوتے بہت کم ہوگئے ہیں لیکن آج کل وصولی کے لیے جو آدمی کوہستان جاتے ہیں ساری پیداوار وہی ہضم کر جاتے ہیں۔ کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ بعض حصہ دار یتیم ہیں بعض بیوہ، سب کا حق شیر مادر کی طرح ہضم کرتے ہیں۔ قبلہ حاجی صاحبؒ نہایت آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے اور زاہد، پارسا اور متقی آدمی تھے دنیا و مافیا سے محبت نہیں تھی عبادات الٰہی، درس وتدریس کا شغل رکھتے تھے۔ متوکل باللہ تھے۔ تمام موضع سوکڑ کے باشندے اُن کی کمال عزت وتعظیم کرتے تھے۔ اور حتی الوسع خدمت کرتے تھے۔ شہر سوکڑ کے تمام لوگ حاجی صاحبؒ اور اُس کے خاندان کے شاگرد تھے۔ اور قبلہ حاجی صاحبؒ کے زہد واتقا کا لوگوں پر اس

قدر رعب تھا کہ اب تقریباً تین چار سو سال گزر چکے ہیں اور عاصی نور محمد ٹھیک ساتویں پشت پر ہے سوکڑ کا ہر ایک چھوٹا بڑا باشندہ جب بھی گلی کوچہ، رستہ بازار میں مقابل ہوتا ہے فوراً پہلے ہی بولتا ہے پیرو پر ہاتھ ہے یعنی تعظیم کا اظہار کرتا ہے خواہ نمبر دار ہو یا ذیلدار یا دیگر زمین دار۔ اور ہر قسم کی بیگار اور تکالیف حاجی صاحب کی اولاد پر معاف ہے۔ چنانچہ سرکاری بیگار ہو یا گاس، لکڑی، انڈہ، مرغی وغیرہ حکام کے لیے جمع کی جائے تو ہم سے کبھی نہیں لی جاتی۔ بلکہ ضرورت کی چیزیں بلوچ لوگ از دست مہربانی کر کے دیتے ہیں اس طرح کمیان ہمارا کام مفت کرتے ہیں، مثلاً موچی، درکھان، لوہار، نائی، کوٹانہ۔ 1895ء تک دھوبی بھی مفت کپڑے دھوتا تھا۔ جو میرے جدامجد کا دوست اور ہم عمر تھا۔ خدا تعالیٰ اُسے بخشے۔ بہت عرصہ تک حاجی صاحبؒ خانقاہ سے لوگ حل مشکلات کراتے رہے۔ اب تبدیلی زمانہ سے لوگوں کا رُخ بدل گیا ہے پہلے زمانہ کے لوگوں کا یہ حال تھا دور دور سے لوگ کالا، یارو، باطل، لُنڈ، برامن، گجانی سے ہندو مسلمان زیارت کو اور دعا طلبی کو آتے تھے اور بہرہ یاب ہو جاتے تھے تعویز لینے کا رواج بہت تھا میرے جدامجد میاں محمد صاحبؒ کی زیارت کو لوگ آتے (جو لوٹا پیر کے نام سے مشہور تھے) اُن کا سر گول لوٹے کی طرح تھا اس لیے اس لقب سے مشہور ہوئے۔ وہ لوٹا پیر صاحبؒ ناخواندہ تھے اُن کا ذکر بھی انشاء اللہ آگے آوے گا۔ ہندوؤں سے پرانی بندیاں لیکر ٹکڑے پھاڑ کر تعویز بنا کر لوگوں کو دیتے تھے عقیدہ کے سبب خدا تعالیٰ اُن کو صحت دیتا اور ہر حاجت روا فرماتا۔ اب تک کالا، رامن، گجانی وغیرہ سے ہندو لوگ میرے پاس آتے ہیں کیونکہ لوٹا پیر کا پوترا مجھے ہی جانتے ہیں اگر میں گھر موجو نہیں ہوتا تو گھر سے تعویز لیتے ہیں۔ برخوردار فیض محمد زید حیاتہ کی زیارت بھی بعض ہندو کر گئے ہیں اور اس سے تعویز بھی لے گئے ہیں۔ جتنے گھر ہندوؤں کے پرانے ہیں مرید کہلاتے ہیں۔ پہلے تو جب اُن میں کوئی شادی بیاہ ہوتا دو تین کپڑوں کی پوشاک لا کر پیش کرتے اور نقدی علاوہ۔ اب تبدیل زمانہ سے رغبت بھی کم ہوتی جارہی ہے اور محبت بھی کم۔

1947ء سے پاکستان بننے سے تبادلہ آبادی کے سلسلہ میں ہندو لوگ بھارت (ہندوستان) چلے گئے ہیں۔ اس تحریر سے میرا مدعا حاجی صاحبؒ کے تقدس کے اظہار کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی خانقاہ سوکڑ سے جنوباً رخ پر قبرستان میں ہے کچھ عرصہ ہوا عاصی نور محمد نے اور میاں نور محمد سکنہ بستی پیر نے اور دیگر صاحبان نے خانقاہ بنائی ہے اور سنگ موسیٰ کی ایک لوح عاصی نے شناخت کے لیے لکھ کر رکھ دی ہے۔ قبرستان مذکور رود کوہی سے زیر صدمہ ہے اور غالباً بعد چندے معدوم ہو جاوے گا۔ ہر طرف سے کھیت ہیں رود کوہی سے کھیتوں کی لٹھ ٹوٹ جانے سے گورستان پانی سے بھر جاتا ہے، قبروں سے مٹی کی تہہ بیٹھ جاتی ہے۔ اسطرح بار بار ہوتے ہوتے رفتہ رفتہ قبریں گم ہو جاویں گی اور کھیت بن جاوے گا۔ جس طرح دوسرے

گورستان کا پتہ لوگ دیتے ہیں ایک دفعہ جنوبی کھیت والے بغلانی آدمیوں نے گورستان کو غرق آب کیا تھا عاصی نے سرکار میں درخواست کی بلوچوں نے کچھ مدد نہ کی البتہ دو چار پادلی ہمراہ ہوئے اور انہوں نے گواہی دی ملزمان پر جرمانے ہوئے اور آئندہ کے لیے مچلکہ لیا گیا مگر کچھ عرصہ بعد اُن لوگوں نے بے پرواہی کا وہی طریقہ اختیار کیا۔ بندہ تعلق ملازمت میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی پیروی نہیں کرتا۔ چند بار تحریک بھی کی گئی مگر اثر سے نادارد۔ ماشاءاللہ، جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہی ہوگا۔

☆ اس زمانے میں سوکڑ میں حاکم رہا کرتا تھا شہر کے شمال میں کھیت بنام کوٹو مشہور ہے وہاں کوٹ یعنی چھوٹا قلعہ تھا۔ اس قلعہ کے آثار عاصی نے بھی دیکھے ہیں۔ مگر اب معدوم ہو گئے ہیں۔ ایک دفعہ حاکم کو رقعہ لکھوانے کی ضرورت ہوئی اُس کا منشی موجود نہیں تھا اُس زمانہ میں خواندہ آدمی کم یاب تھے جو خط پتر لکھ پڑھ سکے آخر حاکم نے حاجی صاحبؒ کو بلایا جب گئے تو حاکم نے خط کی تقریر بیان کی حاجی صاحبؒ نے بعینہ وہی تقریر قلم بند کر کے دے دی حاکم دیکھ کر جل بھن گیا اور کہا کیسا خط ہے نہ اس میں القاب ہے نہ اداب نہ کوئی خوشامد۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں جب مکتوب علیہ کے درجات و رتبہ سے اور کاتب کی باہمی نسبت و تناسب سے واقف نہیں تو کیا لکھوں اور آپ نے بتایا نہیں جو کچھ آپ نے بتایا وہ لکھ دیا ہے جھوٹ کیا لکھوں۔ بدخو حاکم نے کہا اچھا تم پر پانچ روپے جرمانہ ہے۔ حاجی صاحبؒ نے اُسی وقت کیسہ سے ہاتھ ڈال کر پانچ روپے نکالے اور اُسے دے دیئے اور اُٹھ کر چلے آئے۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ سوکڑ میں دارالحکومت نہ ہو چند ہی روز بعد حاکم برخواست ہو گیا اور حکومت یہاں سے اُٹھ گئی اور کوٹ بے کار ہو گیا۔ زمانہ کے صدمات سے پیوند زمین ہو گیا جس وقت عاصی نے دیکھا چند اینٹیں اور کلر کی مٹی۔ دیواروں کی بنیاد کے نشان باقی تھے لوگوں نے دکھایا کہ کوٹ یعنی قلعہ تھا یہ قصہ سنایا اب صدمات روزگار ہی سے کوئی نشان نہیں سوائے اس کے کہ کھیت کا نام کوٹو ہے۔ پھر کبھی کسی حکومت نے یہاں دارالحکومت نہیں بنایا۔ مجھے بخوبی یاد ہے اور اس بات کا امتحان کرتا رہا ہوں کہ شہر سوکڑ میں متواتر دو دو تین تین خون سالانہ ہوتے رہے۔ کسی کا مجرم ملتا تھا کسی کا نہ ملتا تھا۔ افواہ گرم رہی کہ اب سرکاری چوکی سوکڑ میں تعینات رہے مگر کبھی نہیں ہوئی۔ جنگ یورپ 1914ء کے زمانہ میں جب کہ پندرہ سولہ آدمیوں نے زیر سرکردگی علی محمد خان موضع بغلانی میں کھوتہ رام ہندو کے گھر ڈاکہ ڈالا اور اکثر زخمی ہو کر ناکام واپس آئے مقدمہ میں سردار محمد اسلم خان ذیلدار برادر محمد اعظم خان تو اس الزام سے بچ گئے جس کے لیے غلام حیدر خان وغیرہ چند کس نے قرآن مجید کی حلف اُٹھا کر جرگہ میں صفائی بیان کی مگر باقی مجرم سب قید ہو گئے بعض کو چودہ سال کی سزا قید ملی اور بعض کو کم و بیش، بعض قید ہی میں مر گئے اور باقی زندہ واپس آئے۔ ان دنوں بدامنی بہت تھی گاؤں میں ڈاکے پڑ رہے تھے اسلئے چھوٹے حکام نے چوکی مقرر کرنے کی رپورٹ کی حکام بالا نے

منظور کر دی۔ چوکی کی بجائے چار ہزار روپے جرمانہ باشندگان پر ہوگیا۔ گویا قریباً تین صد سال تک خدا تعالیٰ نے محفوظ رکھا، پہلے عوام میں بھی دستور تھا اور حاجی صاحبؒ کی اولاد کا دستور اور قاعدہ تھا جب کوئی مشکل پیش آتی حاجی صاحب کی خانگاہ پر جا کر طلب امداد و دُعا کرتے تھے تو خدا رتعالیٰ دُعا قبول فرماتا تھا۔ میاں خدا بخش صاحبؒ ذکر کرتے تھے میں نے یہ موجودہ کوٹھا تیار کرنا تھا، چوب کی وقت تھی ایک شب روز حاجی صاحبؒ کی خانگاہ پر معتکف ہوا جب گھر واپس آیا ایک شخص نے خود بخود آ کر کہا میاں میرا بیر کا درخت مول لینا چاہو تو میں بیچتا ہوں، آخر سات روپے پر سودا ہوگیا، درخت کاٹ کر لے آئے تمام کوٹھے کا سامان بھی چن لیا باقی چوب پندرہ روپے کو فروخت کر دی۔ ہمارے خاندان میں ایک دستور تھا کہ جس کے گھر لڑکا پیدا ہو وہ بزغالہ لے کر خانقاہ پر خیرات کرتا لیکن اس طرح حاجی صاحبؒ کے دو فرزند مولوی حامد صاحبؒ اور مولوی احمد صاحب تھے اور انہی میں سے ہر ایک کے چار چار بیٹے تھے جیسے شجرہ میں درج ہے کمترین انام بدنام کنندہ نامے نیکو چند، عاصی دُر محمد ٹھیک ساتویں پشت ہے

☆ مولوی حامد صاحبؒ کے فرزند مولوی یار محمد صاحبؒ قرآن مجید کی کتابت کا کام کیا کرتے تھے اور ہمیشہ مسجد نشین رہتے تھے اولاد کو بھی نصیحت فرمائی کہ مسجد کی خدمت اور مسجد کی نشست نہ چھوڑنا اُن کے تین فرزند مولوی تاج محمد صاحبؒ، مولوی تاج دین صاحبؒ، مولوی تاج محمود صاحبؒ ہوئے۔ مولوی تاج محمود صاحب جناب حضرت حافظ محمد جمال صاحب ملتانی کی بیعت میں تھے۔ کثرت ریاضت و مجاہدہ کے سبب دماغ میں فتور ہوگیا، ہجرہ مسجد میں بیٹھے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

پے دل بُردنِ من تاج محمود

جمال الدین ملتان آفریدند حضرت قبلۂ عالم خواجہ نور محمد صاحبؒ مہاروی سے خلفا اکبر حضرت نور محمد صاحبؒ نارووالہ حضرت قاضی صاحبؒ کوٹ مٹھن والہ اور حضرت میاں صاحبؒ حاجی پور شریف اور حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ کو حکم ہوا کہ کوہستان سے ایک شہباز اُترنے والا ہے تم سب اس کی تلاش میں رہو کہ مبادا کسی اور دام میں جا پھنسے اس لیے یہ حضرات ہر سال اس شہباز کی تلاش میں (جس سے مراد حضرت خواجہ محمد سلیمان تھی) اس علاقہ کا دورہ فرمایا کرتے تھے۔ اور عوام الناس کو مستفید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسوقت کے اکثر آدمی ان حضرات میں سے کسی نہ کسی کے غلام تھے۔ حضرت حافظ محمد جمال صاحبؒ کا گذر اکثر بستی پیر سے دریا عبور فرمایا کرتے تھے۔ جس دفعہ مولوی تاج محمود صاحبؒ فوت ہوئے جناب حافظ صاحبؒ حسبِ معمول عبور دریا کے بعد بستی پیر میں مقیم ہوئے جناب حافظ صاحبؒ جب خبر وفات مولوی تاج محمود

صاحب سُنی تو فرمایا کہ افسوس ہمارا دوست چلا گیا آئندہ ہمارا ادھر آنا قسمت"۔

☆ مولوی تاج محمد صاحبؒ، مولوی تاج الدین صاحبؒ، حضرت میاں صاحبؒ حاجی پور والا کے مرید تھے مگر اُن کے والد ماجد مولوی یار محمد اب تک کسی کے مرید نہ ہوئے تھے اور ہر سہ فرزندان جو بجائے خود صاحب اولاد تھے اپنے اپنے پیروں کے مرید تھے۔ اپنے والد ماجد کی خدمت بحث کیا کرتے تھے۔ کہ آپ کس پیر صاحبؒ کی بیعت کیوں نہیں کرتے۔ وہ فرماتے میں بیعت ہو جاؤں گا۔ تم فکر مت کرو بہت دفعہ ذکر ہو مولوی یار محمد صاحبؒ ٹال دیتے۔ آخر ایک روز فرزندان بضد ہوئے کہ مہربانی کر کے وجہ بتائیں کہ اس عمر تک بیعت کیوں نہیں کی۔ آخر اُنہوں نے راز افشاں کر دیا اور فرمایا کہ میں قرآن مجید لکھنے کے لیے تحریر کا سامان کاغذ، سیاہی، سرخی لینے کے لیے ایک دفعہ ڈیرہ غازیخان گیا تھا جیسا کہ ہمیشہ جاتا ہوں گلی کا ہجوم تھا آگے جانے پر معلوم ہوا کہ ایک مائی صاحبہ مجذوبہ ننگے سر بیٹھی ہے زن و مرد اُس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہیں۔ اتنے میں دیکھا کہ دور سے ایک فقیر مرد مجذوب آ رہا ہے جب فقیر نزدیک آیا تو مجذوبہ عورت نے ایک عورت کا کپڑا چھین کر فوراً سر پر لپیٹ لیا وہ فقیر کوچہ لے کر گزر گیا۔ فقیر کے چلے جانے کے بعد مجذوبہ نے کپڑہ واپس پھینک دیا کسی نے مجذوبہ سے پوچھا کہ آپ نے فقیر کو دیکھ کر کپڑے سے سر کو ڈھانکا ہے اور ہمارے سامنے ننگے سر بیٹھی ہے کیا وجہ ہے۔ مجذوبہ نے فرمایا۔ ستر عورت مرد سے فرض ہے جب مرد کو دیکھا میں نے ستر کر لیا۔ میرے دل میں چبھ گئی اور میں اس فقیر کے پیچھے دوڑا اُسے پا لیا کچھ بات چیت کے بعد میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ بیعت فرمائیں فقیر صاحب نے فرمایا کہ نہیں، تمہارا پیر اولاد ہے وہ ابھی طالب علم ہے پڑھ رہا ہے، پڑھ نعمت حاصل کرے گا تم اُس کی بیعت کرو گے تمہارا پیر وہی ہے۔ بس میرا پیر ابھی نہیں آیا وہ مع الخیر آوے گا اور میں اُن کی بیعت کروں گا۔ میرے بچے تسلی کرو۔ توقف کی وجہ یہی ہے اِس فقیر نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت تک تیری ذوات تر و تازہ رہے گی یعنی اُلاد خواندہ ہوگی۔ آخر بعد چندے ایک روز حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد سلیمان صاحبؒ مہار شریف سے مرخص ہو کر اپنے وطن درگ شریف کو حضرت قبلہ والدہ صاحبہؒ کی زیارت کو تشریف لے جا رہے تھے کہ سوکڑ میں ایک مسجد میں آ کر قیام فرمایا (یہ امر بھی اس موقع پر جتا دیتا ہوں) کہ حضرت غریب نوازؒ بہ حالت طفلی سوکڑ میں بھی چند روز تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ خیر حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے کہ کوچہ میں کوئی شخص ہندی شعر پکار کر کہتا ہو گزرا اُس کو سنتے ہی حضرت پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ جُہلا میں یہ چرچا ہونے لگا کہ افسوس ہے کوئی بے چارہ فقیر کی خبر گیری نہیں کرتا یکا یک اِس کو بیماری ہوگئی ہے اور پھڑ کنے لگ گیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ حال جدامجد جناب مولوی یار محمد نے بھی سن لیا۔ یہ اپنی نیک دلی کے سبب فقیر کی عیادت و خبر گیری کے ارادے سے گئے۔ مجذوب فقیر ڈیرہ والے نے

حضرت خواجہ صاحبؒ کی جو علامت بتائی تھیں۔ مولوی صاحبؒ نے دیکھتے ہی فوراً قدم بوسی کی اور بیعت کیلئے درخواست کی، فیض یاب ہوئے اور دعوت ضیافت عرض کر کے اپنے غریب خانہ کو حضرت کے جمال جہاں آرا سے منور کیا۔ اسی روز تمام سنگھڑ کے باشندوں میں سے سب سے اول ہی اول بیعت کا شرف ہمارے خاندان کو عطا ہوا۔ جس وقت حضرت خواجہ صاحبؒ قدم رنجا فرما کر از راہ عنایت غریب خانہ کو شرف فرمایا مولوی یار محمدؒ کی دختر نیک اختر مائی غلام فاطمہ بھی اِس روز بیعت ہوئی اور شرم کے مارے چارپایہ چوبی یعنی (منہی) جو کوٹھے کے اندر تھی بال بچوں کے سونے اور سامان رکھنے کے لیے ہوتی ہے چڑھ گئی اُس کا والد صاحب خفا ہونے لگا کہ ایسی بے ادبی اپنے پیر سے بھی اُونچی جگہ جا بیٹھی ہو۔ حضرت غریب نوازؒ نے فرمایا اُسے کچھ نہ کہو اس کا درجہ اِس سے بلند تر ہے۔ مائی صاحبہؒ موصوفہ کو پیر سے اِس قدر محبت تھی کہ وقت بے وقت رات دن میں جب شوق غلبہ کرتا اپنے بھائی مولوی تاج محمد صاحبؒ یا مولوی تاج دین صاحب کو فرماتی کہ مجھے تونسہ شریف لے جاؤ وہ ہمراہ ہوتے زیارت سے مشرف ہو کر واپس آتے حضرت صاحبؒ نے بھی اُن کو فرمایا تھا اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ جس وقت ادھر آنے کو کہے تم اِسے لے آیا کرو۔ ایک دفعہ رات کو عشاء کے وقت تیار ہوگئی رودکوہی زور سے بہتی تھی روانہ ہوئے اور رودکوہی میں ڈوبتے ہوئے نکلتے جا پہنچے جب حضرتؒ کی خدمت میں مشرف ہوئے تو حضرتؒ خفا ہوئے کہ ایسی رات میں جبکہ رودکوہی زور شور سے بہہ رہی ہے۔ کیوں آئے۔ دادا صاحب نے عرض کیا میں نے حضور کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ڈوب مرو؟ اور اپنی آستین مبارک دکھائی۔ کہ پانی سے تر بہ تر تھی۔ جوان کے ڈوبنے کے وقت امداد کو پہنچ کر ڈوبتوں کو بچایا۔ فرمایا ائندہ ایسا نہ کیا کرو پھر چند روز کے بعد دادی غلام فاطمہ صاحبہؒ حضرت غریب نواز کی خدمت میں دولت خانہ میں جا کر مقیم ہوئی۔ اور تارک دنیا ہوگئی۔ حضرت کے لیے روٹی پکاتی اور ثرید (چوری) بناتی پیش کرتی تھی۔ جس چوبی پیالہ (لکڑی کی کنوری) میں حضرت کے لیے ثرید بناتی تھی وہ اب تک ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ ایک دفعہ دادی صاحبہؒ نے عرض کیا کہ تمام جہان کے لوگ حضور کے دروازے سے مرادیں پاتے ہیں ہم غریبوں پر بھی رحم فرمائیں۔ حضرت غریب نوازؒ نے از راہ شفقت فرمایا میں تیری آل اولاد کا ضامن ہوں۔ دادی صاحبہؒ نے عرض کیا کہ میری تو نہ آل ہے نہ اُولاد ہے " آپ کس کے ضامن بنے ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تاج محمد اور تاج الدین کی اُولاد تمہاری آل و اُولاد ہے الحمد اللہ والمنۃ بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست " یہ کیسی بشارت ہے یہ حضرتؒ نے ضمانت اُٹھالی ہے "۔

بڑی قوی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ بہ محابائے احبائے کرام خویش گنہگاروں پر کرم فرماوے گا۔ لیکن اُس کی بے نیازی سے خوف بھی ہے یہ نہ فرماوے لیس من اہلک۔ مولوی تاج محمد صاحبؒ اور مولوی تاج دین صاحبؒ اپنے والد بزرگ وار کی طرح

قرآن مجید کی کتابت کا کام کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ مسجد میں رہتے۔ ایک سپارہ روزانہ تحریر کر لیتے تھے۔ اُس زمانے دین داری اور دین کی محبت کا عام چرچا تھا اس لیے بخوشی خاطر پیشگی رقمیں دیتے اور قرآن مجید کی تیاری کا انتظار کرتے۔ کتابت کی اجرت ایک سپارہ فی روپیہ دیتے تھے۔ مولوی صاحبان کا قاعدہ تھا کہ تیس تیس روپے کو دو بچہ شتر خریدتے تو کسی ساربان کے حوالے کر دیتے تھے۔ سال کے بعد وہ ایک ایک ساٹھ روپے کو بک جاتے پھر ایک کی قیمت فروخت کا غلہ خرید کر لیتے اور ایک کی قیمت فروخت سے پھر دو شتر بچہ خریدتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے مولوی صاحبان مسجد شریف بوقت سحور عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ اُن کو معلوم ہوا ہاتف نے نرخ غلہ کی آواز پکاری علے الصباح انہوں نے اپنے اپنے فرزندوں کو بھیجا کہ جاؤ بستی پیر سے غلہ خرید لاؤ جب وہاں گئے تو دیروزہ حالت میں کمی ہو چکی تھی اس مثل کی صداقت عین الیقین ہوگئی کہ نرخ کیلئے فرشتہ منادی کرتا ہے۔ حضرت مولوی تاج محمد صاحبؒ کی اہل پردہ جب درخت فراش یعنی (درخت ٹولہا) کے پتوں سے برتن کو مانجھنے بیٹھتی تو وجد میں آکر بے ہوش ہو جاتی تھی۔ پتوں کو (جسکو ہم ٹولہے کے بُور بولتے ہیں) دیکھ کر کہتی کہ میرے مالک نے کیسی عمدہ عمدہ چیزیں پیدا کی ہیں۔

سچ ہے۔ برگِ درختاں سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست ز معرفت کردگار

ان لوگوں کی اولاد سے میں ہوں سیاہ دل، سیاہ کار، سیاہ رُو، پتھر سے بدتر کیونکہ پتھر بھی غیر مکلف ہے بے جان ہے تاہم ذکر الٰہی میں مشغول۔ میں آدمی اشرف المخلوقات۔ ذی عقل ہو کر ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں نعمتوں سے پرورده ہو کر۔ الا ما لیعبدون کے خطاب سے مخاطب ہو کر ہر عضو سے گناہ کا مرتکب ہوں۔ خبر نہیں میرا کیا حال ہوگا۔

(عاصی در محمدؒ)

☆ جناب قبلہ حاجی کریمداد صاحبؒ کی اولاد کا شجرہ نسب درج ذیل ہے۔

نقل شجرہ نسب احقر عباد اللہ الصمد بندۂ دُر محمد عفی عنہ۔

مرتبہ عاصی دُر محمد ۔۔۔۔۔۔ ۸ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ بلوح الخط فی القرطاس وہر اُو کاتبہ، رمیم فی التراب شیخ الاتقیا و بی مادرزاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت حاجی کریمداد صاحبؒ

حضرت مولوی حامد صاحبؒ	حضرت مولوی احمد صاحبؒ

حضرت حاجی کریم داد صاحب کے دو فرزند مولوی حامد صاحب اور مولوی احمد صاحب تھے۔ چونکہ کاغذ ہذا کی تقطیع چھوٹی ہے اس لیے ہر مولوی صاحب کی اولاد علیحدہ علیحدہ صفحوں پر درج کی جاتی ہے۔

نوٹ: میاں جان محمد شہید کی تین دختران تھیں ایک حسب الحکم حضرت خواجہ سلیمان صاحب قاضی حامد صاحب سکنہ ٹبا سے منسوب ہوئی اور ایک گھالی میں عبداللہ ولد غلام حسن آرائیں حال ساکن بیٹ وساوے والا کی جدہ تھیں۔ اور ایک میں احمد معروف احمد لیلی کے گھر تھی جس کا بیٹا ہاشم تھا۔ اور ہمارے خاندان میں سا ایک عورت کا نکاح دولت والا میں ہوا تھا۔

مورث اعلیٰ قبیلہ الحاج حضرت حاجی کریم داد صاحب

گیارھویں صدی ہجری کے آغاز میں یہاں تشریف لائے۔ ان کے دو فرزندان تھے۔ (1) مولوی حامد صاحبؒ (2) مولوی احمد صاحبؒ۔
چونکہ کاغذ کی تقطیع وسیع نہیں اس لیے ہر ایک مولوی صاحب کی اولاد علیحدہ علیحدہ صفحوں پر درج کی جاتی ہے۔

حضرت حاجی کریم داد صاحبؒ

مورث اعلیٰ قبلہ الحاج حضرت حاجی کریم داد صاحبؒ

گیارہویں صدی ہجری کے آغاز میں یہاں تشریف لائے۔ اِن کے دو فرزندان تھے۔(1) مولوی حامد صاحبؒ (2) مولوی احمد صاحبؒ۔
چونکہ کاغذ کی تقطیع وسیع نہیں اس لیے ہر ایک مولوی صاحب کی اولاد علیحدہ علیحدہ صفحوں پر درج کی جاتی ہے۔

حضرت حاجی کریم داد صاحبؒ

شجرہ نقل مطابق اصل ہے۔

نقل کنندہ:۔ فیض محمد وَلد دُر محمد (مرحوم)

سوکڑ نبی (الحال ساکن محلہ نظام آباد تونسہ شریف) 15-09-1986